QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

قاعدہِ فقہیہ ”الیقین لایزول بالشک“ سے استنباطِ احکام اور عصری تطبیقات: ایک تحقیقی مطالعہ

"The Legal Maxim 'Certainty is Not Overruled by Doubt': A Jurisprudential Analysis and Contemporary Applications: A Research Study"

***Hafiz Muhammad Ajmal Mustafai**
Preacher, Idara tul-Mustafa International & HOD, Al-Mustafa Islamic Centers *(Department of Hifz-ul-Qur'an), Lahore.*
M.Phil. in Islamic Studies, The University of Lahore*, Lahore*
(Email: muhammadajmalmustafai1011@gmail.com)
****Dr. Irfan Jafar**
Assistant Prof., Department of Islamic Studies, Green International University, Lahore
(Email: i.z03035040887@gmail.com)

Abstract

This research explores the Islamic legal maxim (Qawāʿid Fiqhiyyah) ***"al-Yaqīn lā yazūl bi al-Shakk"*** *(certainty is not overruled by doubt), which serves as a foundational principle in Islamic jurisprudence (Usul al-Fiqh). The study analyzes the maxim's origin, its application in deriving legal rulings (ahkam), and its relevance in contemporary issues. The research highlights how this principle ensures legal stability and protects individuals from unnecessary hardship by maintaining the status quo in the absence of clear evidence to the contrary. Using classical sources and modern case studies, the paper demonstrates the maxim's practicality in diverse fields such as worship, financial transactions, medicine, and forensic sciences. The study concludes that this principle not only upholds justice but also aligns with contemporary legal standards in areas like due process and burden of proof.*

Keywords: *Legal Maxims (Qawāʿid Fiqhiyyah)* **,** *Certainty and Doubt in Islamic Law* **,** *Usul al-Fiqh* **,** *Contemporary Islamic Jurisprudence* **,** *Evidentiary Principles in Shariah.*

تعارف موضوع

علمِ فقہ اسلامی شریعت کا وہ عظیم شعبہ ہے جو زندگی کے ہر گوشے کو منظم کرنے، احکام کی توضیح کرنے اور انسانی اعمال کے لیے ضابطہ حیات فراہم کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ فقہی مباحث کو سمجھنے اور ان سے احکام اخذ کرنے کے لیے کچھ اصول وضوابط متعین کیے گئے ہیں جنہیں "قواعدِ فقہیہ" کہا جاتا ہے۔ قواعدِ فقہیہ دراصل ایسے اصولی قواعد ہیں جو فقہی مسائل کو کلیات وضوابط کی شکل میں بیان کرتے ہیں، جن کے ذریعے فقہ کے جزئی مسائل کو آسانی سے سمجھا اور حل کیا جا سکتا ہے۔ یہ قواعد نہ صرف فقیہ کو کثیر جزئیات یاد کرنے سے بے نیاز کرتے ہیں بلکہ فتاویٰ واحکام کی تخریج میں سہولت فراہم کرتے ہیں۔ چنانچہ قواعدِ فقہیہ علمِ فقہ کی وہ بنیادیں ہیں جن پر بہت سے جزئی مسائل کی عمارت کھڑی کی گئی ہے۔

قواعدِ فقہیہ سے مراد وہ کلی اصول ہیں جو فقہی مسائل کے استنباط واستخراج میں رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ یہ ایسے اصولی ضوابط ہوتے ہیں جو شریعتِ اسلامی کے مختلف شعبہ جات بالخصوص عبادات، معاملات، عقود، معاشرت اور معیشت میں احکام اخذ کرنے میں

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

مددگار ہوتے ہیں۔ فقہ اسلامی کے مباحث کو اگر ضرب الامثال یا قانونی کلیات کی شکل میں پیش کیا جائے تو وہی قواعد فقہیہ کہلاتے ہیں۔ علم "الاشباہ والنظائر" کے مطالعے سے جو فقہی اصول سامنے آئے، انہیں مرتب کر کے ایک مستقل علم "قواعدِ فقہیہ" کی شکل دے دی گئی۔ اس علم کے ذریعے فقہی قواعد وضوابط کو ایک علمی اور فنی ترتیب کے ساتھ مدون کیا گیا، جو علمِ فقہ میں استنباطِ احکام کے عمل کو منظم اور آسان بنانے میں غیر معمولی حیثیت رکھتا ہے۔

قواعدِ کلیہ فقہ اسلامی کا نہایت اہم اور نفع بخش موضوع ہے، جو فقہی احکام و جزئیات کو قلیل الفاظ میں جامع انداز میں بیان کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ان قواعد کے ذریعے پیچیدہ فقہی مسائل کو بآسانی سمجھا جا سکتا ہے اور ان سے مستنبط احکام کو عصرِ حاضر کی ضروریات کے مطابق منطبق کیا جا سکتا ہے۔ دنیا کے دیگر قوانین میں بھی کلی اصولوں کی اہمیت مسلم ہے، مگر فقہ اسلامی کے قواعد کلیہ قرآن، سنت، اجماع اور قیاس جیسے مستند مصادر پر مبنی ہونے کی وجہ سے باقی تمام قانونی ضوابط پر فوقیت رکھتے ہیں۔ فقہاء کرام کی کاوشوں سے ایسے اصول اخذ کیے گئے جن کے ذریعے لاکھوں فقہی مسائل کا حل چند قواعد کے تحت معلوم کیا جا سکتا ہے۔ جو فقیہ ان قواعد پر مہارت رکھتا ہے، اس کی فقہی بصیرت اور اجتہادی حیثیت اتنی ہی بلند سمجھی جاتی ہے۔ اس کے برعکس وہ فقیہ جو محض جزئیات پر انحصار کرتا ہے، وہ علمی انتشار اور فکری اضطراب کا شکار ہو جاتا ہے، اور لامتناہی جزئیات یاد رکھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

قواعدِ فقہیہ کی تدوین اور ارتقائی سفر

اگرچہ علم اصولِ فقہ اور قواعدِ فقہیہ کی تدوین بعد کے ادوار میں ہوئی، تاہم ان کی بنیادیں صحابہ کرام کے فہمِ دین اور اجتہادی بصیرت میں موجود تھیں۔ صحابہ کرام نے وحی کے سائے میں، عربی زبان کے ادق نکات کے فہم کے ساتھ، دینی احکام کا جو ادراک حاصل کیا، اس کی روشنی میں وہ قواعد کو بغیر مدوّن کیے عملی طور پر استعمال کرتے تھے۔

تابعین اور تبع تابعین نے انہی اصولوں کو مدون کرنے کا آغاز کیا، اور یوں فقہ اسلامی کے اندر ایک مستقل علمی میدان وجود میں آیا جسے علم قواعد فقہیہ کہا جاتا ہے۔ اس علم نے شریعت اسلامی کے فہم و ادراک اور احکامِ شریعت کے استنباط کو ایک فنی، علمی اور منظم شکل دی۔ قواعدِ فقہیہ زندگی کے تقریباً تمام شعبہ جات پر محیط ہیں۔ ان میں عقائد، عبادات، معاملات، فوجداری اور دیوانی قوانین، معیشت و معاشرت، ہر پہلو شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قواعدِ فقہیہ کو موضوعاتی طور پر تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ ہر شعبے سے متعلق مخصوص قواعد کو الگ طور پر سمجھا اور لاگو کیا جا سکے۔ شریعتِ اسلامیہ کا یہ اعجاز ہے کہ اس نے انسانی زندگی کے کسی پہلو کو تشریعی رہنمائی سے خالی نہیں چھوڑا۔ یہی خصوصیت فقہ اسلامی کو دیگر قوانین پر فوقیت دیتی ہے۔ قواعدِ فقہیہ، درحقیقت، اس جامعیت کا آئینہ دار ہیں اور زندگی کے ہر پہلو کے لیے اصول وضوابط فراہم کرتے ہیں۔

معاشرت انسانی زندگی کا وہ وسیع دائرہ ہے جس میں انسان کا تعلق، تعامل، برتاؤ، اخلاق اور معاشی و سماجی روابط شامل ہیں۔ فقہائے کرام نے معاشرتی میدان سے متعلق متعدد قواعد مرتب فرمائے ہیں، جن کی روشنی میں ہزاروں معاشرتی مسائل کا حل پیش کیا جا سکتا ہے۔ قواعدِ فقہیہ کے ذریعے نکاح، طلاق، عہد، معاملات، پڑوسیوں کے حقوق، خاندانی تعلقات، حسنِ معاشرت، اور دیگر سماجی امور میں رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ ان قواعد کی بنیاد پر عصری زندگی کے بدلتے ہوئے مسائل میں شرعی رہنمائی فراہم کی جا سکتی ہے، جس سے نہ صرف شریعت کی جامعیت ظاہر ہوتی ہے بلکہ اس کی ابدیت اور ہر دور میں قابلِ تطبیق ہونے کا پہلو بھی اجاگر ہوتا ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

عصرِ حاضر میں جہاں معاشرتی مسائل کی نوعیت پیچیدہ ہو چکی ہے، وہیں ان کا شرعی حل تلاش کرنا بھی ایک اہم تقاضا ہے۔ چنانچہ اس تحقیقی مقالے میں " قاعدہِ فقہیہ "الیقین لایزول بالشک" سے استنباطِ احکام اور عصری تطبیقات: ایک تحقیقی مطالعہ " کے عنوان کے تحت ان قواعد کو منضبط کیا گیا ہے جو براہِ راست معاشرت سے متعلق ہیں، اور ان کے ذریعے دورِ جدید کے مسائل میں رہنمائی کی ممکنہ صورتوں کو واضح کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ یہ تحقیقی مطالعہ اس لیے بھی اہمیت رکھتا ہے کہ اس کے ذریعے نہ صرف قواعدِ فقہیہ کے معاشرتی اطلاقات کو منظم کیا جارہا ہے بلکہ اسلامی شریعت کی ہمہ گیریت، افادیت اور دوام کو بھی نمایاں کیا جارہا ہے۔ امید ہے کہ یہ مطالعہ علمی حلقوں، فقہائے کرام، محققین، اور عصرِ حاضر کے اسلامی قانون دانوں کے لیے مفید ثابت ہو گا۔

موضوع کی ضرورت واہمیت

فقہ اسلامی کا بنیادی مقصد انسانی معاشرے میں مصالح کا حصول اور مفاسد کا دفعیہ ہے۔ درحقیقت، ان دونوں مقاصد کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ مفاسد کا ازالہ بذاتِ خود مصالح کے حصول کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ مصلحت کا حصول ہی فقہ اسلامی کا اصل الاصول ہے۔

اگر فقہی قواعد میں سے کسی ایک قاعدے کو تمام فقہ اسلامی کی اساس اور مرکز قرار دیا جائے تو وہ قاعدہ "الضرر یزال "یعنی "نقصان کو دور کیا جائے گا" ہے۔ یہ قاعدہ نہ صرف معاشرتی بلکہ قانونی اور اخلاقی دائرہ کار میں بھی کلیدی اہمیت کا حامل ہے، اور دیگر تمام قواعد اس کے تحت سمجھے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ اسے شریعتِ اسلامی کے مسائل کے حل کے لیے ایک بنیادی بنیاد مانا جاتا ہے۔

قواعدِ فقہیہ دراصل فقہی و قانونی ذخیرے کا نچوڑ اور خلاصہ ہوتے ہیں۔ جب کوئی قانون بنایا جاتا ہے یا کسی عمل کی اجازت یا ممانعت کا حکم دیا جاتا ہے تو اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی ضابطہ یا اصول کارفرما ہوتا ہے۔ لیکن جب فقہاء قواعد وضع کرتے ہیں تو ان کا مقصد کسی ایک حکم یا ایک معاملے کی وضاحت نہیں ہوتا، بلکہ وہ ایک جامع اور رہنما اصول فراہم کرتے ہیں جس کی روشنی میں متعدد مسائل کے حل کے لیے راستہ ہموار ہوتا ہے۔ ان قواعد کو ایک طرح سے ایسے "راستے" یا "ٹریک" کی حیثیت حاصل ہے جن پر چل کر فقیہ یا مفتی پیش آمدہ مسائل کا شرعی حل دریافت کرتا ہے۔

مثال کے طور پر، اگر کوئی شخص جنگل یا صحراء میں تنہا، بھوکا پیاسا ہو اور زندگی بچانے کے لیے اس کے پاس کوئی ذریعہ نہ ہو، مگر وہاں اسے ایک مردار جانور مل جائے—جسے شریعت نے عام حالت میں حرام قرار دیا ہے—تو کیا وہ اسے کھا سکتا ہے؟

ظاہری طور پر مردار کھانا حرام ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا:

((قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖۚ-فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ)) [1]

لیکن اسی آیت کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ)) [2]

1- الانعام : 145-
2- الانعام : 145-

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

یعنی اگر کوئی اضطرار کی حالت میں ہو، اور نہ وہ اس کا خواہش مند ہو اور نہ حد سے تجاوز کرے، تو اللہ بخشنے والا، مہربان ہے۔ یہ آیت بتاتی ہے کہ اضطراری حالات میں حرام بھی جائز ہو سکتا ہے، کیونکہ شریعتِ اسلامی کا مزاج سہولت، آسانی اور انسانی جان کی حفاظت ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

((يُرِيْدُ اللهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ))[1]

ایسے قرآنی اصولوں اور شریعت کے عمومی مزاج کو مدنظر رکھتے ہوئے فقہاء کرام نے قواعدِ فقہیہ کی ایک پوری فہرست مرتب کی ہے جو معاشرتی معاملات میں رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ ان میں سے بعض اہم قواعد درج ذیل ہیں:

* اليقين لايزول بالشک، یقین شک سے زائل نہیں ہوتا ہے۔
* الضرورات تبيح المحظورات ، ضرورتیں ممنوع چیزوں کو جائز کر دیتی ہیں۔
* الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة او خاصه ، حاجت عام ہو یا خاص، وہ ضرورت کے قائم مقام بن جاتی ہے۔
* ما ابيح للضرورة يتقدر بقدرها ، جو چیز ضرورت کی بناء پر جائز کی گئی ہو اس کا جواز ضرورت کی مقدار کے مطابق ہی رہے گا۔
* ماجاز لعذر بطل بزواله ، جو چیز عذر کی بناء پر جائز ہو وہ عذر کے زائل ہونے پر جائز نہیں رہے گی۔
* اذا ضاق الامر اتسع ، جب کسی کام میں تنگی پیدا ہو جائے تو اس میں وسعت دی جائے گی۔
* المشقة تجلب التيسير، مشقت آسانی لاتی ہے۔

یہ تمام قواعد شریعت کے عمومی مزاج اور قرآنی اصولوں کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان کے ذریعے نہ صرف موجودہ بلکہ آئندہ پیش آنے والے سینکڑوں مسائل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔ ان قواعد کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ یہ ایک سے زائد موضوعات کی اکثر جزئیات پر لاگو کیے جا سکتے ہیں۔ لیکن اس تحقیقی مقالہ صرف قاعدہ فقہیہ '' اليقين لايزول بالشک ''کا جائزہ لیا جائے گا۔

قواعد فقہیہ کسی سطحی غور و فکر کا نتیجہ نہیں بلکہ گہرے اجتہاد، نصوصِ شرعیہ کے گہرے فہم اور طویل فقہی تجربے کا حاصل ہیں۔ جیسے سائنسدان تجربات کی روشنی میں اصول اخذ کرتے ہیں، ویسے ہی فقہاء نے قرآن و سنت کی نصوص، احادیثِ مبارکہ، آثارِ صحابہ، اور قیاسی استدلال کے ذریعے فقہی قواعد مرتب کیے ہیں۔ ان قواعد کا دائرہ زندگی کے ہر شعبے پر محیط ہے، خصوصاً معاشرتی معاملات جن میں افراد کا باہمی تعامل، اخلاقی برتاؤ، ازدواجی و خاندانی نظام، اور معاشرتی ضوابط شامل ہیں۔ ان قواعد سے واقفیت نہ صرف دینی بصیرت پیدا کرتی ہے بلکہ عصری مسائل میں شرعی رہنمائی فراہم کرنے کے لیے بھی ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہے۔

عصرِ حاضر میں جہاں معاشرتی تعلقات پیچیدہ اور متنوع ہو چکے ہیں، وہاں قواعدِ فقہیہ سے رہنمائی حاصل کرنا از حد ضروری ہو چکا ہے۔ ان قواعد کے ذریعے نہ صرف اسلامی شریعت کی ہمہ گیریت اور فکری گہرائی کو سمجھا جا سکتا ہے، بلکہ ان سے روزمرہ زندگی کے پیچیدہ مسائل کو بھی سہولت کے ساتھ حل کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا، اس تحقیقی مطالعہ کا مقصد یہی ہے کہ معاشرت سے متعلق قواعدِ فقہیہ کو علمی انداز میں یکجا کیا جائے، ان کے عصری اطلاقات کو اجاگر کیا جائے، اور موجودہ زمانے میں ان سے شرعی استفادہ کی راہیں تلاش کی جائیں۔

1- البقرة: 185-

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

❖ سوالاتِ تحقیق (Research Questions)

* قواعدِ فقہیہ کا فقہ اسلامی میں ارتقائی سفر کیا ہے اور ان کی قانونی و تشریعی حیثیت کیا ہے؟
* معاشرت سے متعلق قواعدِ فقہیہ کون سے ہیں، اور ان کی استنباطی بنیاد قرآن و سنت سے کس حد تک ثابت ہے؟
* کیا قواعدِ فقہیہ صرف عقلی استدلال پر مبنی ہیں یا ان کا تعلق بھی اسلاف کے طرزِ عمل اور آثارِ صحابہ سے ہے؟
* عصرِ حاضر میں معاشرتی مسائل کے حل کے لیے قواعدِ فقہیہ کس حد تک مؤثر اور قابلِ انطباق ہیں؟
* قواعدِ فقہیہ کو معاشرتی احکام پر منطبق کرنے کی کیا عملی صورتیں ہو سکتی ہیں؟
* مقاصدِ تحقیق (Objectives of the Study)
* قرآن و سنت، آثارِ صحابہ و تابعین اور فقہی مصادر کی روشنی میں معاشرت سے متعلق قواعدِ فقہیہ کی تلاش و تتبع کرنا۔
* معاشرتی قواعدِ فقہیہ کی فنی اور اصولی حیثیت کو واضح کرنا اور ان کا دائرہ کار متعین کرنا۔
* قواعدِ فقہیہ کے ذریعے معاشرتی احکام کے استنباط کی عملی مثالیں پیش کرنا، تاکہ ان کی عصری افادیت کو اجاگر کیا جا سکے۔

قاعدہ فقہیہ کا مفہوم

قاعدہ کا مادہ (ق ع د) ہے، جس کے بنیادی معنی ثبات و استقرار کے ہیں۔ لفظ "قاعدہ" کی جمع "قواعد" ہے، جس کے لغوی معنی "بنیاد" یا "اساس" کے آتے ہیں۔ اہل لغت نے اس کے مفہوم کو یوں بیان کیا ہے: **"والقواعد الإساس، وقواعد البيت إساسه، وقال الزجاج: القواعد: أساطين البناء التي تعمده"**[1] "قواعد کا معنی بنیاد یا اساس ہے، جیسے "قواعد البیت" کا مطلب گھر کی بنیادیں ہوتا ہے۔ امام زجاج کے مطابق قواعد عمارت کی وہ بنیادی ستون ہوتے ہیں جن پر اس کا قیام ہوتا ہے۔"

قرآنِ کریم میں بھی "قاعدہ" کا استعمال اسی مفہوم میں آیا ہے، چنانچہ فرمایا:

((وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْراهِيمُ الْقَواعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْماعِيلُ))[2]

"اور جب ابراہیم اور اسماعیل اس گھر کی بنیادیں بلند کر رہے تھے"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاعدہ، کسی چیز کی بنیادی ساخت اور اساسی ڈھانچے کو کہا جاتا ہے، جو اس پر استوار ہوتی ہے۔

قاعدہ فقہیہ کا اصطلاحی مفہوم

فقہی اصطلاح میں "قاعدہ فقہیہ" کی متعدد تعریفات علماء نے پیش کی ہیں، جن میں دو بنیادی رجحانات پائے جاتے ہیں:

(1) کلی اور قانونی اصول کی تعریف:

بعض فقہاء قاعدہ فقہیہ کو کلی قانونی اصول کے طور پر یوں تعریف کرتے ہیں: **"القواعد الفقهية هي أصول فقهية كلية في نصوص موجزة دستورية تتضمن أحكاماً تشريعية عامة في الحوادث التي تدخل تحت موضوعاتها"**[3] "قواعد

---

1. الزبیدی، محمّد مرتضى الحسيني، تاج العروس من جواهر القاموس، (الكويت:وزارة الإرشاد والأنباء في الكويت ، 1422 ھ)ج:9، ص:60۔
2. البقرہ: 127۔
3. الزرقا،شیخ مصطفى بن احمد، المدخل الفقهی العام،(دمشق: دار القلم، سوريا ـ 2004ء)ج:2، ص:965۔

فقہیہ سے مراد وہ فقہی اصول کلی ہیں جنہیں مختصر قانونی عبارات میں ترتیب دیا گیا ہو، اور وہ اپنے موضوع کے تحت آنے والے مسائل ومعاملات میں عمومی اور شرعی احکام پر مشتمل ہوں۔"

(2) حکم اکثری کی تعریف:

دوسرے گروہ کے نزدیک قاعدہ فقہیہ مکمل کلیہ نہیں بلکہ اکثریہ قاعدہ ہوتا ہے۔ ان کی تعریف درج ذیل ہے: "**حكم اكثرى، لا كلى، ينطبق على اكثر جزئياته**"[1] "قاعدہ فقہیہ وہ اکثری حکم ہے جو اپنی اکثر جزئیات پر منطبق ہوتا ہے۔"

یہ اختلاف دراصل قاعدہ فقہیہ کی اصطلاحی تعریف میں دو فکری مکاتب کی نمائندگی کرتا ہے:

- امام شاطبی، ڈاکٹر وہبہ الزحیلی اور بعض دیگر اکابرین کے نزدیک قاعدہ فقہیہ کلی اصول ہوتا ہے۔
- جبکہ شیخ مصطفی الزرقا، مولانا سیف اللہ خالد اور شیخ احمد بن عبد اللہ جیسے محققین اسے اکثریہ قاعدہ مانتے ہیں، اس بنا پر کہ اگر اس میں استثنا پایا جائے تو اسے کلیہ نہیں کہا جا سکتا۔

تاہم اگر باریک بینی سے تجزیہ کیا جائے تو پہلی رائے (کلیہ ہونے والی رائے) زیادہ راجح اور متوازن نظر آتی ہے، کیونکہ:

- کسی اصول سے چند جزئیات کا مستثنیٰ ہونا اس کے کلی ہونے کے منافی نہیں ہوتا۔ شریعت میں "**لِلْأَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ**" کا اصول تسلیم شدہ ہے، یعنی اگر کوئی قاعدہ اکثریت پر منطبق ہوتا ہے، تو اسے کلیہ ہی شمار کیا جاتا ہے۔
- مستثنیٰ جزئیات سے کوئی ایسا مستقل قاعدہ کلیہ نہیں بن سکتا جو ثابت شدہ کلیہ کے معارض ہو۔ اسی مفہوم کی حمایت میں امام شاطبی کی یہ تحریر پیش کی جاتی ہے: "**لأن الأمر الكلي إذا ثبت كليا، فتخلف بعض الجزئيات عن مقتضى الكلي لا يخرجه عن كونه كليا، فإن الغالب الأكثري معتبر في الشريعة اعتبار العام القطعي؛ لأن المتخلفات الجزئية لا ينتظم منها كلي يعارض هذا الكلي الثابت**"[2] "اگر کوئی امر کلی طور پر ثابت ہو جائے تو بعض جزئیات کا اس کلیہ سے تخلف اس کے کلی ہونے کو ختم نہیں کرتا، کیونکہ شریعت میں اکثری غلبہ کو قطعی عام کی طرح تسلیم کیا گیا ہے، اور ان مستثنیٰ جزئیات سے کوئی ایسا کلیہ وجود میں نہیں آتا جو اس کلیہ کے معارض ہو۔"

مزید یہ کہ کلیہ کا مطلب یہ نہیں کہ اس کے تمام افراد کو لازماً شامل کرے، بلکہ یہ اصول دوسرے کسی اصول کے ماتحت نہ ہو۔ یہی اس کی کلی حیثیت کی دلیل ہے۔[3] قاعدہ فقہیہ درحقیقت شریعت اسلامی کا ایک نہایت اہم اور جامع علم ہے جو فقہی مباحث کو اصولی ڈھانچے میں ڈھالتا ہے۔ اگرچہ اس کی تعریف میں اختلاف ہے، لیکن غالب محققین کی رائے یہی ہے کہ یہ کلی اصول ہیں، جن سے فقہی جزئیات کا استخراج ممکن ہوتا ہے، اور یہی وہ بنیاد ہے جس پر معاشرتی مسائل میں استنباطِ احکام کا ایک مضبوط نظام کھڑا کیا جا سکتا ہے۔

1- الحموی، احمد بن محمد، غمزعیون البصائر، (بیروت: دار الکتب العلمیة) ج:1، ص:51۔
2- الشاطبی، أبو إسحاق، الموافقات، (مکتبة الشاملة – 1431ھ) ج:2، ص:83۔
3- الحموی، غمز عیون البصائر، ج:1، ص:198۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

قواعدِ فقہیہ اور اصولِ فقہ میں فرق

قواعد فقہیہ اور اصول فقہ دونوں اسلامی فقہی نظام کی تشکیل میں نہایت اہمیت کے حامل ہیں، تاہم ان دونوں علوم کا دائرۂ کار، طریقۂ کار، اور مقصد ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ ان دونوں کے درمیان فرق کو سب سے پہلے امام شہاب الدین قرافی مالکیؒ (ت684ھ) نے باقاعدہ طور پر واضح کیا۔ آپ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب الفروق کے مقدمہ میں ان دونوں کے درمیان اصولی اور عملی فرق کو یوں بیان فرمایا: "**فإن الشريعة المعظمة المحمدية اشتملت على أصول وفروع، وأصولها قسمان: أحدهما المسمى بأصول الفقه وهو في غالب أمره ليس فيه إلا قواعد الأحكام الناشئة عن الألفاظ العربية خاصة... والقسم الثاني قواعد كلية فقهية جليلة كثيرة العدد عظيمة المدد مشتملة على أسرار الشرع وحكمه، لكل قاعدة من الفروع في الشريعة ما لا يحصى، ولم يذكر منها شيء في أصول الفقه.**"[1] "شریعتِ محمدیہ میں اصول و فروع شامل ہیں۔ ان میں سے ایک قسم اصولِ فقہ ہے، جو زیادہ تر ان قواعد پر مشتمل ہے جو الفاظ عربیہ سے پیدا ہونے والے احکام سے متعلق ہیں۔ جبکہ دوسری قسم قواعد فقہیہ کی ہے، جو شرعی اسرار و مقاصد پر مشتمل عظیم الشان اصول ہیں، جن سے بے شمار فروعی مسائل کا استنباط کیا گیا ہے، اور جن کا ذکر اصول فقہ کی کتب میں نہیں ملتا۔"

امام قرافی کی اس جامع وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ:

- اصولِ فقہ کا تعلق الفاظ، دلالات، اور ان کے شرعی مفاہیم سے ہے۔
- جبکہ قواعدِ فقہیہ، معنی و مفہوم، مقاصدِ شریعت اور عملی تطبیق سے تعلق رکھتی ہیں۔

ان دونوں میں فرق کی مزید توضیح حسب ذیل ہے ملاحظہ کیجئے۔

- قاعدہ اصولیہ (مثلاً: "**الأمر للوجوب**") کے ذریعے کسی لفظ سے قانون کا مفہوم متعین کیا جاتا ہے، اور پھر اس مفہوم کو کسی نص پر منطبق کر کے حکم اخذ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قاعدہ ہے کہ " **الأمر للوجوب**" (امر وجوب کے لیے ہے)۔ اس پر نص ہے کہ "وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ" (نماز قائم کرو)۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نماز واجب (فرض) ہے۔
- قاعدہ فقہیہ (مثلاً: "**اليقين لا يزول بالشك**") خود ایک مستقل قانونی حکم ہے، جس کا اطلاق مختلف فروع پر براہِ راست کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ اس قاعدہ ' **اليقين لا يزول بالشك**" (یقین شک سے زائل نہیں ہوتا) کا اطلاق اس طرح ہوتا ہے کہ اگر طہارت کا یقین ہے اور حدث کا شک ہو تو طہارت کا حکم برقرار رہے گا۔

جبکہ قاعدہ اصولیہ کا اطلاق عموماً کسی ایک جزیئے پر ہوتا ہے، جب کہ قاعدہ فقہیہ کئی جزئیات پر منطبق ہو سکتا ہے اور ایک پورے باب کو محیط کر سکتا ہے۔ سادہ الفاظ میں، اصول فقہ ان اصولوں کا علم ہے جن کی روشنی میں نصوصِ شرعیہ سے احکام اخذ کیے جاتے ہیں، جبکہ قواعد فقہیہ وہ عمومی فقہی اصول ہیں جو فقہی احکام کو منظم اور قابلِ فہم بنانے میں مدد دیتے ہیں۔ جیسے کہ: "الأمر للوجوب" ایک قاعدہ اصولیہ ہے، جو ہمیں بتاتا ہے کہ امر (Command) کا مفہوم کیا ہے۔ "الیقین لا یزول بالشک" ایک قاعدہ فقہیہ ہے، جو براہِ

1۔ القرافی، أبو العباس شهاب الدين، أنوار البروق في أنواء الفروق، (بيروت : لبنان، دار الكتب العلمية)، ج:1، ص:2۔

راست ایک عملی حکم مہیا کرتا ہے۔جیسا کہ معاصر محقق محمد بن سلمان الفراء نے واضح کیا:" قواعد فقہیہ سے براہِ راست حکم کا استخراج ممکن ہے، جبکہ اصول فقہ سے حکم کا استخراج بلاواسطہ نص سے کیا جاتا ہے۔"[1]

قواعد فقہیہ اور اصول فقہ، دونوں اپنی جگہ ناگزیر علمی حیثیت کے حامل ہیں، مگر ان دونوں کے درمیان فرق کو واضح طور پر سمجھنا ضروری ہے تاکہ فقہی استنباط کی راہیں درست انداز میں متعین کی جا سکیں۔اصول فقہ "نص" سے حکم نکالنے کا طریقہ بتاتا ہے،جب کہ قاعدہ فقہیہ مختلف جزئیات پر منطبق ایک کلی فقہی فیصلہ ہوتا ہے۔یوں یہ دونوں علوم مل کر اسلامی قانون کی فقہی، اصولی اور تطبیقی ساخت کو تشکیل دیتے ہیں۔

قاعدہ "الیقین لا یزول بالشک" کا معنی و مفہوم

مذکورہ قاعدہ ان الفاظ کے ساتھ باقاعدہ ضبطِ تحریر میں چوتھی صدی ہجری میں نظر آتا ہے۔چنانچہ امام ابو الحسن الکرخی (المتوفی: 340ھ) اپنی مشہور کتاب "اصول الکرخی" میں اس قاعدہ کو ان الفاظ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:**"إن ما ثبت باليقين لا يزول بالشک"** [2] اور اسی قاعدہ کو امام ابو الحسن الماوردي شافعي نے امام شافعی رحمہ اللہ سے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:**"لا يزول اليقين بالشک"**[3] بعد ازاں حافظ صلاح الدین العلائی الشافعی (المتوفی: 761ھ) نے قاضی حسین سے منقولہ شکل کو ان الفاظ میں ذکر کیا جو کہ آج تک فقہاء کے درمیان متداول اور مشہور ہیں:**"اليقين لا يزول بالشك"**[4]

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ وہ پہلے فقیہ ہیں جن کے ہاں اس قاعدہ کے الفاظ کسی نہ کسی صورت میں مذکور ہوئے، اگرچہ معروف الفاظ میں بعد میں مرتب ہوئے۔فقہی قاعدہ کے معروف صیغہ "الیقین لا یزول بالشک" کو لغوی اعتبار سے بھی اجود و احسن قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ:

- جملہ اسمیہ (جب قاعدہ کی ابتدا "الیقین" جیسے اسم سے ہو) دوام و استقرار کا معنی دیتا ہے؛۔
- جبکہ جملہ فعلیہ (جب قاعدہ کی ابتدا "لا یزول" جیسے فعل سے ہو) تجدد و حدوث کا معنی دیتا ہے۔
- حالانکہ یقین کے باب میں ثبات و قرار مطلوب ہے نہ کہ حدوث و تغیر۔مزید برآں، قاعدہ "الیقین لا یزول بالشک" کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ "لاضرر ولاضرار" کے علاوہ قواعد کلیہ خمسہ کبریٰ میں سے سب سے پہلے اسی قاعدہ کے الفاظ و صیغے باقاعدہ طور پر مدوّن ہوئے۔

قاعدہ فقہیہ کی لغوی و اصطلاحی توضیح

مفہوم قاعدہ کی واضح تبیین اس وقت ممکن ہے جب اس کے کلیدی الفاظ یعنی "الیقین" اور "الشک" کا لغوی و اصطلاحی تجزیہ پیش کیا جائے:

---

1. الفراء، محمد بن سلمان، مقدمۃ فی القواعد الفقہ الکلیہ، (غزۃ:الجامعہ الاسلامیۃ، غزۃ)، ص:7۔
2. الکرخی، ابو الحسن عبیداللہ، اصول الکرخی، (کراچی: مطبعہ جاوید پریس) ، ص: 80۔
3. الماوردي، علی بن محمد، الحاوي الكبير في فقه الإمام الشافعي،(بیروت: دار الکتب العلمیہ) ج:1، ص:207۔
4. العلائی، حافظ صلاح الدين الشافعي، دار عمار، المکتبة المكية، ج:1، ص:70۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

الیقین کا معنی و مفہوم

"یقین" کا لغوی معنی ہے کسی چیز کا قرار پکڑنا یا ٹھہر جانا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے: "**يقن الماء**" [1]" پانی حوض میں ٹھہر گیا"۔ منطقیوں اور فلاسفہ کے نزدیک یقین کا مطلب "اعتقاد جازم مطابق للواقع" ہوتا ہے، مگر فقہاء کے نزدیک یقین سے مراد ہے کہ "غیر متردد علم" یعنی ایسا جازم علم جو شرعی دلیل سے ثابت ہو، اور اس میں کوئی تردد نہ ہو۔ چنانچہ دکتور محمد مصطفی الزحیلی فرماتے ہیں: "**اليقين لغة: العلم الذي لا تردد معه، أي الاستقرار، وهذا هو المراد من القاعدة.**"[2] نیز علی حیدر عثمانی لکھتے ہیں: "**حصول الجزم أو الظن الغالب بوقوع الشيء أو عدم وقوعه**"[3] جبکہ امام نووی رحمہ اللہ فقہاء کے استعمال کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "**إنهم يطلقون العلم واليقين ويريدون بهما الظن الظاهر، لا حقيقة العلم واليقين.**"[4] "پس فقہی اصطلاح میں "یقین" سے مراد صرف قطعی علم نہیں بلکہ ظن غالب بھی مراد لیا جاتا ہے بشرطیکہ وہ معتبر دلیل پر مبنی ہو۔"

الشک کا معنی و مفہوم

"شک" کا لغوی معنی ہے تردد۔ نیز اس کا ایک معنی "نیزہ مارنا" بھی ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے: "**شككته بالرمح**"[5] علمائے اصول شک کی تعریف یوں کرتے ہیں: "**التردد بين النقيضين بلا ترجيح لأحدهما على الآخر عند الشاك.**"[6] تاہم فقہاء کے نزدیک وسعت پائی جاتی ہے، اور وہ ظن، وہم اور شک تینوں کو بعض اوقات ایک ہی معنوی دائرے میں استعمال کرتے ہیں۔[7]

قاعدہ کا مفہوم

مذکورہ لغوی و اصطلاحی توضیحات کی روشنی میں قاعدہ "**اليقين لا يزول بالشك**" کا مفہوم یہ ہے۔ کہ جب کسی معاملے میں یقینی علم یا ظن غالب حاصل ہو جائے، تو محض بلا دلیل شک یا احتمال کی بنیاد پر اس کو زائل نہیں کیا جا سکتا، الا یہ کہ اس کے خلاف اتنا ہی قوی یا اس سے بڑھ کر یقین پایا جائے۔ اگر کسی شخص پر قرض یقینی طور پر ثابت ہے، اور اس کے ادا کردہ ہونے کا کوئی یقین یا دلیل موجود نہیں، تو محض شک یا امکان سے یہ قرض ساقط نہیں ہوگا، حتیٰ کہ ادائیگی کا یقینی ثبوت مل جائے۔[8]

قاعدہ کی قرآنی الفاظ کے ساتھ مناسبت

اگرچہ "الیقین لا یزول بالشک" کے تمام الفاظ کسی ایک مکمل آیت میں اکٹھے نہیں آئے، لیکن مختلف آیات میں قاعدہ کے تمام کلیدی الفاظ بکھرے ہوئے موجود ہیں، جن میں یہ معنوی ربط پایا جاتا ہے:

- ((وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ)) [9]

---

1. الجرجانی، علی بن محمد الشریف، کتاب التعریفات، ص:259۔
2. (الزحیلی، محمد مصطفی، القواعد الفقهية وتطبيقاتها، (بيروت: دار الفكر) ، ج:1، ص:96۔
3. علی حیدر خواجہ أمين أفندي، درر الحكام شرح مجلة الأحكام، (بيروت: دار الكتب العلميه)، ج:1، ص:20۔
4. النووي ، يحيى ٰ بن شرف ، ابو زكريا، المجموع شرح المهذب،(القاہرۃ: مطبعة التضامن الأخوي)، ج:1، ص:245۔
5. الفيومي، احمد بن محمد، المصباح المنير، ج:1، ص:321۔
6. الجرجاني، كتاب التعريفات، ص:128۔
7. ابن قيم، محمد بن أبي بكر، بدائع الفوائد، (بيروت: دار الكتاب العربي، ج:4، ص:1338۔
8. الزرقا، شيخ مصطفى بن أحمد، المدخل الفقهي العام،(دمشق: شام، دار القلم) ج:2، ص:981۔
9. النمل:22۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

یہاں "یقین" کا مطلب ہے ایسی خبر صادق جس میں کوئی شک وشبہ نہ ہو۔[1]

- ((إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا...)) [2]

یہاں "تزولا" کا مفہوم ہے زائل ہونا یا ختم ہو جانا، جو قاعدہ کے لفظ "یزول" کے معنوی مطابق ہے۔[3]

- ((بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ)) [4]

یہاں "شک" سے مراد افترا و عدم یقین ہے، جو کہ قاعدہ میں مذکور "الشک" کے عین مطابق ہے۔[5]

قرآن کریم سے قاعدہ فقہیہ کی تاصیل

قرآن مجید کی مختلف آیات اس قاعدہ کی دلالت التزامی یا بالاِشارۃ سے تائید کرتی ہیں:

- ((إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ الْهُدَى))[6]

مشرکین کو ظن و وہم کی پیروی پر ملامت کی گئی، جس سے یقین کی اتباع کی ترغیب اور شک کی مذمت ثابت ہوتی ہے۔[7]

- ((إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا))[8]

گمان (ظن) حق کا قائم مقام نہیں بن سکتا، اس سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ شک یا ظن کی بنیاد پر یقین کا حکم زائل نہیں ہوگا۔

- ((إِن نَّظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ))[9]

یہ آیت شک و تردد کو مذمت کے طور پر بیان کرتی ہے، اور یقین کی طرف دعوت دیتی ہے۔[10]

فقہی قاعدہ "الیقین لا یزول بالشک" نہ صرف لغت، اصول فقہ، اور فقہ اسلامی میں گہری بنیاد رکھتا ہے بلکہ اس کی قرآنی تائید بھی مضبوط انداز میں موجود ہے۔ فقہائے کرام نے عبادات، طہارت، معاملات اور حدود میں اس قاعدہ کو بنیادی اصول کے طور پر اختیار کیا ہے۔

قاعدہ "اليقين لا يزول بالشك" کی حدیث مبارکہ سے تاصیل

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: **"إذا وجد أحدكم في بطنه شيئًا، فأشكل عليه أخرج منه شيء أم لا، فلا يخرجن من المسجد حتى يسمع صوتًا أويجد ريحًا"**[11] "جب تم میں سے کوئی اپنے پیٹ میں کچھ (حرکت) محسوس کرے، اور اس پر مشتبہ ہو کہ اس سے کچھ خارج ہوا یا نہیں؟ تو وہ ہرگز (اس بنیاد پر) مسجد سے باہر نہ جائے جب تک کہ آواز نہ سنے یا بو نہ محسوس

---

1. الواحدي، الوجيز، ج:1، ص:802۔
2. فاطر:41۔
3. ابن الجوزي، زاد المسير، ج:6، ص:496۔
4. الدخان:9۔
5. الزمخشري ، جار الله ، الكشاف، ج:4، ص:276۔
6. النجم: 23۔
7. الزمخشري، الكشاف، ج:4، ص:424۔
8. يونس: 36۔
9. الجاثيہ: 32۔
10. الطوفي، الإشارات الإلهية، ج:3، ص:248۔
11. القشيرى، مسلم بن الحجاج، الجامع الصحيح،(دار إحياء التراث العربى، بيروت)، رقم الحديث: 362۔

کرے۔"

یہ حدیث مبارک قاعدہ "اليقين لا يزول بالشك" کی بنیاد بننے والی سب سے واضح نصوص میں سے ہے، کیونکہ:

- حالت اول: شخص کو اپنے وضو کا یقین ہے۔
- حالت ثانیہ: اب اس کو وضو ٹوٹنے کا شک ہے۔

حکم یہ ہے کہ "لا يخرج من المسجد" یعنی شک کی بنیاد پر وضو کا یقین زائل نہیں ہو گا، حتی کہ حسّی علامت (آواز یا بو) سے وضو کے ٹوٹنے کا یقین حاصل نہ ہو۔ لہٰذا یقین (وضو) باقی رہے گا، اور شک (خروج ریح) اس کو زائل نہیں کر سکتا۔ یہی وہ اصولی بنیاد ہے جو قاعدہ "اليقين لا يزول بالشك" کے متن و مفہوم کا خلاصہ ہے۔

اس حدیث سے فقہاء نے قاعدہ درج ذیل صورت میں مستنبط کیا ہے: **"من تيقن الطهارة وشك في الحدث، حكم له بالطهارة."** اسی طرح اگر کسی کو نجاست کا یقین تھا اور طہارت حاصل ہونے میں شک ہو، تو وہ نجاست پر باقی شمار ہو گا، کیونکہ یقین، شک سے زائل نہیں ہوتا۔ یقینی امر کو محض شک سے زائل کر دینا نہ صرف شرعاً بلکہ عقلاً بھی غیر معتبر ہے۔

چنانچہ شیخ مصطفی الزرقاء فرماتے ہیں: **"فمن جهة العقل: اليقين أقوى من الشك، لأن في اليقين حكما قطعيا جازما، فلا ينهدم بالشك."**[1] "عقل کے اعتبار سے بھی یقین، شک سے قوی تر ہے کیونکہ یقین میں قطعی اور جازم حکم موجود ہوتا ہے، جو محض شک سے زائل نہیں کیا جا سکتا۔"

اس سے فقہی قاعدہ "اليقين لا يزول بالشك" کی درج ذیل اصولی بنیادیں مستفاد ہوتی ہیں۔ شریعت یقینی حالت پر عمل کرنے کا حکم دیتی ہے۔ شک و تردد کے ساتھ عمل میں تبدیلی کی اجازت نہیں دیتی۔ فقہی احکام میں ثبوت و استقرار کا مدار یقین یا ظن غالب پر ہوتا ہے، محض وہم یا شک پر نہیں ہے۔ یہی قاعدہ عبادات، معاملات اور طہارات جیسے کثیر فقہی فروع کی بنیاد ہے۔

قاعدہ "اليقين لا يزول بالشک" کے تحت عصری اطلاقات

فقہی قواعدِ کلیہ میں سے قاعدہ "الیقین لا یزول بالشک" نہایت اہم اور کثیر الفروع قاعدہ ہے، جو نہ صرف قدیم فقہی مسائل پر منطبق ہوتا ہے، بلکہ عصر حاضر کے جدید و متنوع مسائل میں بھی اپنی روشن راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ علماء و فقہاء نے اسے "القواعد الخمس الکبریٰ" میں شامل کیا ہے، اور تین چوتھائی سے زائد فقہی مسائل میں اس کی تطبیق کی جا سکتی ہے۔ عصر حاضر میں اس قاعدے کے تحت جو اہم فقہی اطلاقات سامنے آتے ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

1. مفقود الخبر (لاپتہ شخص)

اگر کوئی شخص غائب ہو جائے اور اس کی زندگی یا موت کے بارے میں کوئی یقینی اطلاع نہ ہو، تو شرعی طور پر وہ زندہ شمار ہو گا، کیونکہ اس کے غائب ہونے کے وقت زندگی یقینی تھی۔ موت کا حکم دینے کے لیے یقینی دلیل درکار ہے۔ محض شک یا غیبت کی مدت کے باعث موت کا فیصلہ نہیں دیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اس کے مال کی تقسیم نہیں کی جائے گی۔ اس کی بیوی کا نکاح نہیں ہو گا۔ اس کی امانت

1- الزرقا، مصطفى بن أحمد، المدخل الفقهي العام، ج:2، ص:981۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

واپس نہیں لی جائے گی[1]

2. بازاری افواہوں کا اعتبار

اگر چاند کے متعلق افواہ پھیل جائے کہ کہیں دیکھا گیا ہے، لیکن کوئی معتبر گواہی یا راوی نہ ہو تو مرؤیتِ ہلال ثابت نہیں ہوگی، کیونکہ رؤیت کا نہ ہونا یقینی ہے۔ اور چاند دیکھے جانے کی افواہ محض شک پر مبنی ہے۔ اسی طرح کسی کھانے یا مشروب کے بارے میں اگر افواہ ہو کہ اس میں خنزیر کی چربی ہے، لیکن کوئی یقینی تحقیق موجود نہ ہو، تو اس چیز کو حلال ہی شمار کیا جائے گا۔ کیونکہ اصل حلت (پاکی) یقینی ہے۔ جبکہ حرمت کا احتمال مشکوک ہے۔ اور قاعدہ ہے: "الیقین لا یزول بالشک" شک یقین کو ختم نہیں کرے گا۔

3. کیچڑ، بازار کی اشیاء، اور عوامی استعمال کی چیزیں

سڑک، بازار یا گلی کی کیچڑ، جب تک نجاست یقینی طور پر ثابت نہ ہو، وہ پاک شمار ہوگی۔ عوامی سبیلوں کے برتن، بازار کے بسکٹ، مکھن، روٹیاں جو کفار یا غیر مسلموں کی دکانوں پر تیار ہوتی ہیں، پاک ہی شمار ہوں گی۔ کیونکہ اشیاء میں اصل طہارت ہے۔ جب تک کوئی یقینی نجاست نہ پائی جائے، وہ اپنی اصل پر باقی رہیں گی۔

4. گستاخیِ رسول ﷺ کے الزامات

کسی شخص پر محض الزام یا افواہ کی بنیاد پر گستاخِ رسول ﷺ ہونے کا شرعی حکم نہیں لگایا جا سکتا، جب تک کہ عدالتی تحقیق، شرعی شہادتیں، اور یقینی ثبوت نہ ہوں۔ کیونکہ: اصل قاعدہ ہے: **"الأصل براءة الذمة"**[2] اور یہ قاعدہ بھی **"الیقین لا یزول بالشک"** کے ضمن میں آتا ہے۔

5. موت کی کشمکش میں مبتلا مریض

اگر کوئی مریض نزع کی حالت میں ہو اور ڈاکٹر کو محض شک ہو کہ وہ فوت ہو چکا ہے تو آلات علاج کو ہٹانا جائز نہیں۔ جب تک یقینی طور پر موت ثابت نہ ہو۔ کیونکہ زندہ ہونے کا حکم یقین پر قائم ہے، جو شک سے زائل نہیں ہو سکتا۔

6. متعدی بیماری اور مکمل صحت یابی

اگر کوئی مریض متعدی مرض میں مبتلا ہے تو اسے جب تک یقیناً صحت مند نہ ہو، سماجی میل جول سے روکنا ضروری ہے۔ محض ظن یا شک کی بنیاد پر اسے صحت یاب سمجھنا شرعی طور پر درست نہیں ہے۔ اصل مرض یقینی ہے، شفا مشکوک ہے۔ لہٰذا حکم مرض پر باقی رہے گا۔

7. وفات یافتہ شخص کا قرض

اگر کسی شخص کے ذمے یقینی قرض تھا، پھر وہ فوت ہو گیا، اور بعد میں شک پیدا ہوا کہ شاید قرض ادا کر چکا تھا تو اس شک کی بنا پر قرض ساقط نہیں ہوگا۔ کیونکہ قرض کا وجوب یقین پر مبنی ہے۔ جبکہ ادا کرنا مشکوک ہے۔[3]

1- الاتاسی، محمد خالد، شرح المجلة، (مطبوعہ کوئٹہ)، ج:1، ص:21۔
2- شہاب الدین الحموی، غمز عیون البصائر، ج 1، ص 203۔
3- الزرقا، المدخل الفقہی العام، ج:2، ص:981۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

8. ملک بینک(Milk Bank)اور رضاعت

ملک بینک کے ذریعے دودھ پلانے کے مسئلہ میں اکثر امور جیسا کہ مرضعہ کا نام، دودھ کی مقدار، مخلوط دودھ، تعداد مرضعات، یہ سب شکوک و شبہات پر مبنی ہوتے ہیں؛ فقہاء کے نزدیک ہے کہ رضاعت سے حرمت کا ثبوت تب ہی ہو گا جب وہ یقینی ہو۔ شک کی صورت میں نہ رضاعت ثابت ہو گی، نہ حرمت۔ چنانچہ فقہ حنفی میں اگر بچے کو کسی گاؤں کی بعض عورتوں نے دودھ پلایا، لیکن شناخت ممکن نہ ہو، تو نکاح جائز ہو گا۔[1] ڈاکٹر یوسف القرضاوی فرماتے ہیں: "جب اکثر فقہاء شک کی صورت میں حرمت کے قائل نہیں ہیں تو وسعت اختیار کی جائے، اور ایسا نکاح جائز شمار کیا جائے۔"[2]

قاعدہ "الیقین لا یزول بالشک" نہ صرف عبادات و معاملات کے بے شمار مسائل کی بنیاد ہے بلکہ آج کے عصری اور پیچیدہ مسائل میں بھی اس کی روشنی شریعت کے توازن اور عدل کو قائم رکھنے میں مدد دیتی ہے۔ یہ قاعدہ ہمیں سکھاتا ہے کہ:

"ہر حکم یقین پر قائم ہوتا ہے، اور صرف اسی کے مثل یا اقوی یقین سے زائل ہو سکتا ہے۔ شک، توہم، افواہ یا ظن، کبھی بھی شرعی حکم کا موجب نہیں بن سکتے۔

خلاصہ بحث و نتائج

یہ تحقیقی مطالعہ فقہی قاعدہ "الیقین لا یزول بالشک" کی اصولی، فقہی اور تطبیقی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے، اور اس کے ذریعے استنباطِ احکام کے ساتھ ساتھ موجودہ دور کے مختلف مسائل میں اس کے قابلِ عمل ہونے کا جائزہ پیش کرتا ہے۔ درج ذیل نکات اس تحقیق کے بنیادی نتائج اور بحث کا خلاصہ ہیں:

* اسلامی شریعت کے کئی اجمالی اور جزوی احکام کی تفہیم فقہی قواعد کے ذریعے ممکن ہوتی ہے۔ یہ قواعد ایک رہنما روشنی (نبراس) کی مانند ہیں جو علم و ہدایت کے حصول کا مؤثر ذریعہ ہیں۔
* اگرچہ یہ قاعدہ ایک کلی اصول ہے، تاہم اس سے بعض مسائل کا مستثنیٰ ہونا اس کے کلی ہونے کو مجروح نہیں کرتا۔ شریعت کا عمومی قاعدہ یہی ہے کہ "لِلأکثر حکمُ الکل" یعنی اکثر پر کُل کا حکم جاری ہوتا ہے۔
* اصولِ فقہ میں زیادہ تر زور الفاظ و لغت پر دیا جاتا ہے، جب کہ قواعدِ فقہیہ میں معنی و مفہوم کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ نیز قواعدِ فقہیہ سے براہِ راست فقہی حکم کا استخراج ممکن ہوتا ہے، جو اصولِ فقہ کے برعکس ہے۔
* امام شافعیؒ وہ پہلے فقیہ ہیں جن کی فقہی تحریرات میں اس قاعدہ کے الفاظ ایک مخصوص اور مختلف انداز میں ذکر ہوئے ہیں، جو اس قاعدہ کے فکری ارتقاء کا مظہر ہیں۔
* اگرچہ بعض فقہی معاملات میں ظنِ غالب کو کافی سمجھا جاتا ہے، تاہم اسے قاعدۂ کلیہ کی حیثیت حاصل نہیں، کیونکہ بعض مواقع پر یقین کا پایا جانا شرعاً لازم ہوتا ہے۔
* قرآنِ کریم کی کوئی مکمل آیت اس قاعدہ کے الفاظ پر مشتمل نہیں، مگر متعدد آیات میں اس قاعدے کے مفہوم اور اصول کی

1- ابن قدامہ الحنبلی، المغنی، ج:8، ص:172-
2- مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ج:2، ص:259-

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

دلالت التزامی و بالاشارہ سے تائید ہوتی ہے، جو اس کی قرآنی بنیاد فراہم کرتی ہے۔

* قواعدِ فقہیہ میں شامل اس عظیم فقہی قاعدہ کے تحت عصرِ حاضر کے متعدد فقہی مسائل حل کیے جاسکتے ہیں، مثلاً: عبادات میں شک، عدالتی شہادت، طبی تشخیص، مالی لین دین، اور فوجداری معاملات میں اصولِ براءت وغیرہ۔